مسندِ علم و فقہ کا بے تاج بادشاہ

زندگی کا ایک ایمان پرور یادگار سفر

مولانا قیام الدین الحسینی ــــــ ادارہ اشرفیہ فیض القرآن پنڈ دادنخان

مدتوں میں کبھو پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

”راقم السطور نے درس نظامی کی ابتدائی تعلیم کے دوران دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا (خانیوال) میں پہلی بار دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی، مہتم اور شیخ الحدیث امیر المجاہدین، چراغ محفل اولیائے کرام، رائس الاتقیاء، آبروئے علم و فضل، شاگرد رشید شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی سنا تھا اور ارباب علم و فضل کو ان کا تذکرہ بہت بلند الفاظ اور نہایت عقیدت و محبت سے کرتے دیکھا تھا آپ سے بالمشافہ ملاقات اور زیارت کا اشتیاق تو اس وقت سے تھا۔ مگر پھر طالب علمانہ مصروفیات اور فراغت کے بعد تدریس قرآن کریم و خطابت و امامت کے نازک فرائض کی بنا پر عرصہ دراز اس شرف سے محرومی رہی۔ تاہم اندر یہ عظیم تمنا بدستور مچلتی رہی اور دل میں یہ چنگاری مسلسل سلگتی رہی۔ اور دل کی گہرائیوں سے لبوں پر یہ دعا طویل زمانہ جاری رہی کہ ”اے میرے پروردگار اپنے اس مقبول بندے کی زیارت و ملاقات کا شرف ضرور عطا فرما“ باری تعالیٰ کا شکر کس زبان اور کن الفاظ سے ادا کروں کہ جس نے یہ دعا قبول فرمائی خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ۱۹۸۰ء کی عید الفطر سے فارغ ہو کر ہفتہ کے روز راقم السطور اپنے وطن کلور کوٹ (بھکر) پہنچا تو یہ معلوم کر کے نہایت مسرت ہوئی کہ برادر محترم حافظ محمد رفیق سراجی صاحب آج رات کو اسیر مالٹا تلمیذ شیخ الہند مولانا سید عزیر گل صاحب دامت برکاتہم اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی کی زیارت و ملاقات کے سلسلہ میں بذریعہ کار سفر کا پروگرام بنا چکے ہیں۔ راقم السطور کی خواہش پر حافظ صاحب نے بخوشی کار پر میرا بوجھ لادنا منظور کر لیا مگر اس شرط پر کہ دوران سفر رفقائے کرام کا کھانا تمہارے ذمہ ہوگا۔ میں نے اسکو منظور کر لیا۔ یہ قافلہ ڈرائیور سمیت پانچ افراد محترم حافظ سراجی صاحب برادر عزیز القدر قاری عبدالرحمن رحیمی لاہور۔ اور عزیز حافظ محمد ادریس اور راقم السطور پر شامل تھا۔ پروگرام کے مطابق ہم رات کو تقریباً گیارہ بجے روانہ ہوئے۔ ہر نولی پہنچ کر ڈرائیور عبدالستار نے گاڑی ایک ویران و سنسان روڈ پر ڈال دی جو رہزنی کی واردات کی وجہ سے بہت بدنام ہے۔ اب گاڑی اس تیزی رفتاری سے رواں دواں تھی جیسے ہوا کے دوش پر سوار ہو۔ یہ حسن نیت کی برکت تھی کہ ہم بہت جلد واں بھچراں ہوتے ہوئے موسیٰ خیل پہنچ گئے۔ سفر چائے کے وقفہ سے ساری رات جاری رہا۔ اور فجر کی نماز ہم نے سڑک کے بالکل قریب فتح جنگ کی ایک مسجد میں پڑھی چلتے چلتے بالآخر صبح ۹ بجے ہم اکوڑہ خٹک پہنچ گئے۔ دارالعلوم حقانیہ تعطیلات کی بنا پر بالکل مہربلب تھا۔ اب آدمیوں کے بجائے پرندوں کی گونج سنائی دے رہی تھی۔ ہم محترم رازم خان صاحب سے متعارف تھے جو حقانیہ کے مطبخ میں کام کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ حضرتؒ کے حکم سے ہر رمضان المبارک میں دارالعلوم حقانیہ کے مالی تعاون کے سلسلہ میں ہمارے علاقہ کا دورہ کرتے ہیں۔ دفتر دارالعلوم حقانیہ میں ٹھہرے۔ عملہ نے بڑی خدمت کی۔ رازم خان صاحب کا پتہ کیا وہ مل نہ سکے۔ اسلئے ڈیڑھ دو گھنٹہ قیام کے بعد پروگرام بنایا کہ پہلے سخاکوٹ حضرت مولانا سید عزیز گل صاحب، دامت برکاتہم کے یہاں ہو آئیں۔ واپسی پر حضرت شیخ الحدیث صاحب کی زیارت کریں گے اکوڑہ خٹک سے اب گاڑی ہمیں لے کر سخاکوٹ کیلئے دوڑنے لگی نوشہرہ سے کم[illegible] کلو میٹر کے فاصلہ پر براستہ مردان سخاکوٹ واقع ہے۔ سخاکوٹ ہم

تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دن پہنچ گئے تھے۔ مگر حضرت سید صاحب کے صاحبزادہ مولانا عبدالرؤف صاحب کی تلاش کرتے کرتے دیر ہوگئی۔ وہ کسی کام گئے ہوئے تھے یہاں سے ایک رہبر مل گئے۔ وہ ہمارے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر رہنمائی کرتے رہے تھوڑی دُور اُتر کر سیدھے راستہ پر ہمیں ڈال کر واپس چلے گئے۔ ہم حضرت سید صاحب کے مکان پر پہنچ کر صاحبزادہ عبدالرؤف صاحب کا انتظار کرتے رہے وہیں کے ایک بھائی سے معلوم ہوا کہ سید صاحب ایک عرصہ سے باہر نہیں آتے شدید علیل ہیں۔ ضعف و نقاہت بہت زیادہ ہے۔ بصارت بالکل زائل ہو چکی ہے یہ سن کر بہت صدمہ ہوا یہ فکر اندر سے گھن کی طرح کھانے لگا کہ ایسا نہ ہو کہ اتنا طویل سفر کر کے بھی زیارت سے محروم واپس جانا پڑے تھوڑی دیر میں حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب تشریف لے آئے۔ مزاج پرسی کے بعد گھر سے شربت بنوا کر لائے۔ سب نے نوش کیا حضرت سید صاحب کے بارہ میں فرمایا کہ وہ تو اب چارپائی پر بیٹھ بھی نہیں سکتے۔ ملاقات بھی کم ہوتی ہے صاحبزادہ صاحب نے کھانے کے متعلق اہل خانہ کی شدید علالت کے پیش نظر بڑے معذرت خواہانہ کلمات کہے۔ راقم السطور نے عرض کیا کہ آپ شرمندہ نہ کریں نہ تو فی الحال کھانے کی طلب ہے اور نہ ہی حاضری کا یہ مقصد ہے آپ مطلق احساس نہ کریں۔ باری تعالیٰ انہیں اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے اس ہدایت کے ساتھ اندر جا کر حضرت سید صاحب کی زیارت کرانے پر تیار ہو گئے کہ آپ لوگ اندر بیٹھیں گے نہیں بس مصافحہ و سلام اور زیارت کر کے واپس آجائیں گے۔ یہ سن کر ہماری تو عید ہو گئی کہ مقصود بر آیا پردہ کرا کے ہمیں اندر لے گئے۔ ایک بالکل سادہ سے برآمدہ کے بعد اندر مکان میں حضرت سید صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ ہم سامنے کی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ صاحبزادہ صاحب نے "آبا جی مہمان ملنے کیلئے آئے ہیں۔ مصافحہ کریں" کہہ کر حضرت کو سہارا لگا کر چارپائی پر بٹھا دیا۔ سب نے باری باری مصافحہ و سلام کیا اور چند ساعات زیارت کرتے رہے۔ پھر صاحبزادہ صاحب نے درخواست کی "مہمانوں کے لیئے دعا فرما دیں" حضرت نے دعا کے لیئے دست دراز کر دیئے کمزوری کی وجہ سے آواز بالکل سنائی نہ دیتی تھی۔ مگر حق تعالیٰ کا مقبول بندہ ہاتھ پسار کر سراپا احتیاج بنا ہوا منعم حقیقی کے خزانہ سے مانگ رہا تھا اس وقت ایک دیرینہ تمنا پوری ہونے پر جسم کا بال بال شکر میں مستغرق تھا کہ اے اللہ آج ہم تیرے محبوب و مقبول بندے شیخ الھندؒ کی زیارت سے محروم ہیں تو یہ بھی تیرا بے حد انعام ہے کہ شیخ الھندؒ مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ شاگرد۔ رفیق اسارت مالٹا۔ تحریک آزادی کے عظیم کارکن مجاہد فی سبیل اللہ حضرت سید عزیز گل کی زیارت و ملاقات اور شیخ الھندؒ کے مبارک ہاتھوں کو مس کرنے والے ہاتھوں سے مصافحہ کر رہے ہیں۔ زیارت و ملاقات اور سلام کے وقت ہماری قلبی کیفیات کو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ گو اس مرد راہ خدا کے جسم کو نقاہت نے نڈھال کیا ہوا تھا۔ مگر چہرہ انور بالکل ترو تازہ اور انار کی مانند سرخ تھا۔ جس پر انوار زھد و تقویٰ، خشیت و انابت برس رہے تھے ہمارا خفتہ مقدر جاگ اٹھا تھا: حسرت و ارمان اس پر تھا کہ ہم ملاقات و زیارت کیلئے ان کی عمر کے اس حصہ میں پہنچ رہے ہیں جبکہ وہ چراغ سحر ہیں۔ کاش یہ سفر اس وقت ہوتا جب آپ تندرست و توانا تھے کہ ہم دیر تک صحبت میں رہ کر اپنی تشنگی بجھاتے۔ اور آپ کی زبان مبارک سے زریں ملفوظات سنتے:

ہر کیف ہم باہر آئے اور مولانا عبدالرؤف صاحب سے اجازت لے کر واپس اکوڑہ خٹک کی طرف روانہ ہوئے۔ نوشہرہ ایک ہوٹل میں کھانا کھایا۔ فارغ ہو کر بقیہ سفر شروع کیا تقریباً اڑھائی پونے تین بجے اکوڑہ خٹک پہنچ کر نماز ظہر ادا کی اور پھر رازم خان صاحب کو تلاش کرنے لگے۔ ان سے ملاقات ہو گئی۔ کہنے لگے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے ملاقات کیلئے قبل عصر حضرت کے گھر چلیں گے اب آپ چائے پی لیں اور تھوڑا سا آرام کریں۔ وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ بیٹھک کھول دی ہم وہاں بیٹھ گئے۔ چائے اور بسکٹوں سے ہماری تواضع فرمائی۔ اس کے بعد ہم نے قدرے آرام کیا۔ نماز عصر سے کچھ دیر پہلے رازم خان صاحب ہمیں ساتھ لے کر ایک بازار سے ہوتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحب کے گھر کی بیٹھک میں لے گئے پروگرام معلوم کر کے کہا کہ آپ بالکل قریب ہی حضرت کی مسجد میں چلیں حضرت نماز میں تشریف لا رہے ہیں۔ ہم نے مسجد پہنچ کر وضو کیا مسجد دیکھنے سے قبل اس کا جو نقشہ ذہن نے تراشا تھا بالکل غلط ثابت ہوا دارالعلوم حقانیہ کی پرشکوہ، مستحکم و پائیدار عمارت

دیکھ کر اس کا تصور بھی نہ تھا کہ یہ مسجد اتنی سادہ اور جدید میٹریل سے خالی ہوگی: دیکھ کر ایک بار تو عہد نبوت کی یاد تازہ ہوگئی۔ یہ وہی تاریخی مسجد ہے جہاں نہایت بے سروسامانی کے عالم میں حضرت نے قال اللہ وقال الرسولؐ کا درس شروع فرمایا تھا۔ ہمارا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک منٹ حضرت کی زیارت کے اشتیاق میں بڑی بے چینی سے گذر رہا تھا۔ چند ساعات کے بعد حضرت دو آدمیوں کے سہارے تشریف لے آئے دیکھ کر دل کی کلی مسکرا اٹھی۔ خفتہ مقدر بیدار ہو ہوگیا۔ طویل سفر کی ساری تھکان دور ہوگئی ہموم و غموم کافور ہو گئے۔ تفکرات و اضطراب کے بادل چھٹ گئے۔ مقصود برآیا اتنی علالت اور نقاہت کے باوجود نماز باجماعت کا یہ عظیم اہتمام اتباع سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ العرب والعجم السید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کمال تربیت کا پتہ دے رہا تھا۔ جماعت کے قیام میں ابھی دیر تھی۔ جائے نماز پر صاحبزادہ مولانا انوار الحق صاحب زیدمجدہم امامت کیلئے تیار تھے کہ ہم نے آگے بڑھ کر مصافحہ وسلام کیا۔ محترم رازم خان حضرتؒ سے تعارف کرا رہے تھے۔ حضرتؒ نے بڑی خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ اور مزاج پرسی کی،، وقت ہوگیا نماز باجماعت کھڑی ہوگئی سلام و دعا کے بعد حضرت سے دوبارہ گفتگو شروع ہوئی۔ محترم رازم خان صاحب سے حضرت نے پشتو میں قربت اور جائے وغیرہ سے تواضع کرنیکا حکم فرمایا۔ تو ہم نے کہا کہ حضرت رازم خان صاحب نے خوب تواضع کی ہے۔ آپ مطلق اہتمام نہ فرمائیں سفر کی غرض و غایت کے سلسلہ میں ہم نے پہلے حضرت سید عزیز گل دامت برکاتہم کے یہاں حاضری کا ذکر کیا تو حضرت نے سید صاحب کا حال پوچھا۔ ہمارے بتلانے پر صدمہ کا اظہار کیا اور فرمایا بھائی وہ ہمارے اکابر میں سے ہیں۔ ان کی بڑی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ حضرتؒ کے سوال کے جواب میں راقم السطور یا بوقت ضرورت عزیز قاری رحیمی بات کرتے اور احتراماً آواز پست رکھتے ایک دفعہ رازم خان صاحب نے ہمیں کہا کہ حضرت فرما رہے ہیں۔ بلند آواز سے بات کرو۔ قوت سامعہ کمزور ہے۔ اور پھر ہم سے خود فرمایا" مولانا " اب تو قوت باصرہ قوت سامعہ کمزور ہوگئی۔ زیادہ دیر بولنے سے سر چکرانے لگتا ہے۔ اب تو سارے قویٰ ضعیف ہوچکے ہیں۔ حیات مستعار کا چل چلاؤ ہے۔ آپ حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ دوران گفتگو نا معلوم کس طرح تراویح میں بسم اللہ کے جہر و سر کا مسئلہ چل نکلا۔ حضرت شیخ الحدیث اپنے مخصوص انداز میں علم و حکمت کے موتی بکھیرنے لگے۔ ارشاد فرمایا۔ یہ بڑا معرکۃ الآراء مسئلہ ہے دراصل ائمہ اربعہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے یہ ایک اور اختلاف پر متفرع ہے۔ پہلے اس کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس پر تو اجماع ہے کہ سورۃ النمل کے رکوع نمبر ۲ کے آخر میں آنے والی بسم اللہ تو اس کا جز ہے۔ اس کے علاوہ سورۃ البراۃ (التوبہ) کے سوا قرآن کریم کی باقی سورتوں کی ابتدا میں فصل کے لیے جو بسم اللہ لکھی جاتی ہے۔ اس میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ نہ فاتحہ کا جز ہے اور نہ ہی کسی دوسری سورۃ کا۔ امام شافعی اور ایک روایت میں امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک یہ ہے کہ سورۃ الفاتحہ اور دوسری سورتوں کا جز ہے۔ ہر ایک فریق کے پاس دلائل ہیں۔ ہمارے یہاں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے دلائل کو ترجیح و تقویت حاصل ہے اب جو حضرات اس کو سورۃ کا جز مانتے ہیں وہ اس کے جہر کے قائل ہیں۔ اور ہمارے امام چونکہ اس کو جز نہیں مانتے اس لئے اس کے اخفاء کے قائل ہیں فرماتے ہیں کہ بسم اللہ چونکہ قرآن کریم کا جز تو ہے ہی۔ اس لئے ایک بار بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا مقتدیوں کا قرآن کریم سماعاً مکمل ہونے کے لئے کافی ہے۔ فرمایا یہ اختلاف جواز و عدم جواز کا نہیں ہے بلکہ اولویت و عدم اولویت کا ہے۔ تفصیلات کا یہ موقع نہیں ہے۔ وہ شروح میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اولیائے کرام کی بابرکت محبت کے متعلق وہ مشہور شعر ہے

یک زمانہ صحبتے با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

"ترجمہ" اولیائے کرام کی محبت کا ایک لمحہ سو سال کی بے ریا اطاعت سے بہتر ہے ہماری اس محفل میں اپنی پوری حقیقت کے ساتھ جلوہ گر تھا۔ ہم اس وقت تمام تفکرات سے بالکل بے نیاز تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات سننے میں گم تھے جب بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ

پر نگا ڈالی۔ پیشانی پر عشقِ رسالت کا نور نجابت للّٰہیت کی کرنیں چہرہ پر
سرخ و سفید رنگت کے حسین امتزاج کی چاندنی آنکھوں میں شرم و حیا کا
ایمانی جوہر، لبوں پر دلکش مسکراہٹ، زبان پر علم و حکمت کے انمول
ہیرے، گفتگو میں تواضع و مسکنت، اداؤں میں محبّت و رقت کا منظر
مزاج پرسی میں اخوت و مروت کی حلاوت، قلب مبارک کو ذکر
الٰہی اور خشیت و انابت کا خزانہ۔ چال ڈھال میں عبدیت کی رنگینی
اشارات و کنایات میں وقار و وجاہت نمایاں تھا۔ خیر ذکر آ گیا تھا
مشہور شعر کا راقم السطور پہلے اس بارے میں متردد تھا۔ لیکن جب
ماہنامہ البلاغ کراچی بابت ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ میں عالم اسلام کی متاع
عزیز مفتی وسیع النظر فقیہ بے نظیر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی
ایک تقریر پڑھی تو تردد زائل ہو گیا اور شرح صدر نصیب ہوا: اس
میں فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ
رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ اس شعر کے متعلق بعض لوگ یہ خیال کرتے
ہیں کہ اس میں شاعرانہ مبالغہ سے کام لیا گیا ہے حالانکہ ایسا نہیں مبالغہ
وہ ہے ہی نہیں اس میں تو حقیقت کو محتاط طریقہ سے بیان کیا گیا ہے
اور پھر اپنے والد ماجد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ
سے حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول
نقل فرماتے ہیں کہ اگر شعر یوں ہوتا

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد لک سالہ طاعت بے ریا

"ترجمہ" اولیائے کرام میں سے کسی کی ایک گھڑی کی صحبت
سو لاکھ سال کی بے ریا اطاعت سے بھی بہتر ہے"، تب بھی صحیح ہوتا
حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار راقم السطور سے دریافت فرمایا
کہ آپ کے مدرسہ کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا حضرت! کراچی
کے ایک مخیر صاحب کے تعاون سے مدرسہ کی جدید تعمیر کی ہے۔
اب بڑی پریشانی یہ ہے کہ بیرونی طلبہ کا ورود نہیں ہے خصوصی
دعا فرمائیں"، حضرتؒ نے دعا کے ساتھ ساتھ ایک عمل بھی ارشاد
فرمایا کہ روزانہ ۹۰ بار اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ پڑھ کر اپنے مقصد کے لیے دعا
کیا کریں۔ اپنی روایتی سستی و غفلت کی بنا پر پابندی کے ساتھ تلقین
فرمودہ عمل پر مداومت کی نوبت تو اب تک بھی نہ آئی مگر ولی کامل
کی زبان مبارک پر جاری ہونے والی دعا بہت جلد رنگ لائی کہ
یا تو اس وقت ایک بھی نہ تھا اور اب الحمدللہ ادارہ اشرف فیہ فیض
القرآن میں ۱۰ بیرونی طلبہ ہیں انشاء اللہ اور بھی آ رہے ہیں ــــ

۲۔ شرور اعداء سے حفاظت و سلامتی کے لیے روحانی مہربان پدر نے
مزید فرمایا کہ سورۃ القریش روزانہ ۱۱ - ۱۱ بار۔ بعد فجر و مغرب پڑھتے
رہا کریں۔ اُٹھنے کو دل تو نہیں کرتا تھا۔ لیکن چونکہ ہم نے رات کو کلور
کوٹ پہنچنا تھا۔ اس لیے بعد حضرت اجازت چاہی۔ بڑی محبّت
و شفقت سے نیک دعاؤں کے ساتھ حضرت نے ہمیں رخصت
کیا کسے معلوم تھا کہ حضرت کے ساتھ ہماری یہ ملاقات آخری ملاقات
ہے۔ ہم مغرب سے قبل ہی واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔ رات کو
ایک بجے کلورکوٹ پہنچ گئے۔ جب عید الاضحیٰ پڑھا کر کلورکوٹ پہنچا۔
والدہ صاحبہ دام ظلہا بھکر تھیں۔ انہیں ملنے اور کلور کوٹ لانے
کے لیے جب بھکر گیا تو جامعہ عربیہ دار الھدیٰ (بھکر) مولانا محمد
عبداللہ صاحب مدظلہ کے پاس بیٹھا تھا کہ مولانا نے حضرت شیخ
الحدیث دار العلوم حقانیہ کی وفات کی جانکاہ خبر اخبار کے حوالہ
سے سنائی جو دل پر بجلی بن کر گری۔ روحانی طمانیت و سکینت کا
ایک عظیم مرکز ویران ہو گیا۔ ایک ممتاز مسند حدیث خالی ہو گئی۔ دنیائے
علم دین پر رنج و الم کے بادل چھا گئے۔ اہل دل کا سہارا ٹوٹ
گیا۔ پنڈدادنخان پہنچ کر برائے تعزیت اکوڑہ خٹک کا مع رفقائے
کرام سفر کیا۔ برادر محترم فاضل لئیق میزبان شفیق مولانا عبدالقیوم حقانی
نے طعام و چائے سے تواضع کے ساتھ پورا ادارہ دکھایا۔ حضرت
کی قبر پر فاتحہ و ایصال ثواب کیا جس نے ساری زندگی قرآن کو نہیں
چھوڑا۔ وفات کے بعد اسے دار القرآن کے بالکل سامنے انوار
قرآن کے ہی سایہ میں جگہ مل گئی۔

اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجاتہ
واسق ثراہ واجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ
واجعلنا من مقتفی آثارہ۔ آمین یا رب العالمین